

بیانِ جمعہ کے نکات
(Presentation)

19/09/2025 





تعظیم وتوقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف وتحقیق



نظر ثانی: مولانا شاہد حمید مدنی

پیشکش

ادارۂ فیضانِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ



عنوانات



الفتح: جزءِ الآیہ ۹

وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (۹)

ترجمۂ کنز الایمان:

اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

آیتِ مبارکہ کی وضاحت

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے محبوبِ کریم، سیدِ عالَم، حضور پُر نور ﷺ کی تعظیم و توقیر کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اپنی ہی تسبیح پر اُس کو مُقدم کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا یعنی رسول کی تعظیم کرو، اور اُن کی توقیر بجا لاؤ، اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرو۔ غور فرمائیے، اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح و تقدیس کو ذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ﷺ کی تعظیم کو اُس پر بھی مقدم فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں حضورِ اقدس ﷺ کی تعظیم کتنی عظیم اور بے پایاں اہمیت کی حامل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا رب تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اسی وقت فائدہ دے گی جب دل کے نہاں خانے میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم موجود ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آیتِ کریمہ میں "تُعَزِّرُوْهُ" سے مراد یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی جائے۔ امام مبرد رَحْمَۃُ اللہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کیا جائے، یعنی ہر ممکن طریقے سے آپ ﷺ کی عظمت و توقیر کو ظاہر کیا جائے۔ (الشفا، صفحہ: ۵۱۲)

شہنشاہِ مدینہ کی انوکھی شان

دنیا کے تاجداروں اور زمین کے شہنشاہوں کا دستور یہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے تخت پر جلوہ گر ہوتے ہیں تو اپنی تعظیم کے اصول اور اپنے دربار کے آداب خود طے کرتے ہیں۔ لیکن جب اُن کی زندگی کا چراغ گل ہوتا ہے تو اُن کے ساتھ ہی اُن کی تعظیم و تکریم کے وہ تمام ضابطے مٹ جاتے ہیں۔
مگر اس کائنات میں ایک ایسا شہنشاہ ہے، ایک ایسا سلطان ہے، جس کا دربار بالکل نرالا ہے۔ نہ اُس کی بارگاہ کے آداب اُس نے خود بنائے، نہ کسی مخلوق نے وضع کیے، بلکہ اُس کی تعظیم کے احکام اور اُس کے ادب و احترام کے ضابطے شہنشاہوں کے شہنشاہ، تمام بادشاہوں کے بادشاہ اور ساری کائنات کو پیدا فرمانے والے رب تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں اور یہ قوانین کسی خاص زمانے یا کسی مخصوص دور تک محدود نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے باقی اور دائمی ہیں۔
اور وہ عظیم بادشاہ، وہ شہنشاہِ دوجہاں، وہ مالک و مختار، وہ رحمتِ عالمیان، جن کی تعظیم و توقیر کے آداب خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائے، وہ ہیں: ہمارے آقا، مولا، محمدِ مصطفی، احمدِ مجتبیٰ ﷺ!!

آداب رسالت اور قرآن مجید

ذرا دیکھیے! ربِ کریم نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کی بارگاہ کے آداب کس فصاحت اور کس شانِ جامعیت سے اُمت کو سکھائے ہیں۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (الانفال: ٢٤) اے ایمان والو! جب اللہ اور اُس کے رسول تمہیں بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ کبھی فرمایا: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ٦٣) رسول کریم کے پکارنے کو آپس کے پکارنے جیسا نہ سمجھو۔ کبھی تاکید فرمائی: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات: ٢) نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو، اور حکم ہوا: لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا (البقرۃ: ١٠٤) یعنی نبی کریم سے خطاب میں "راعنا" مت کہو بلکہ کہو ہم پر نظر کرم فرمائیے۔ مزید فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (الحجرات: ٤)

جو لوگ حجرے کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں، وہ اکثر بے عقل ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اصول بھی واضح فرمایا: لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ (الاحزاب: ۵۳) یعنی نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ ملے۔ گویا رب تعالیٰ اس مقام پر فرما رہا ہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ سے بات کرنے کے لیے بھی ایسے الفاظ اور ایسا انداز اختیار کرو جس میں سراپا ادب اور مکمل تعظیم جھلکتی ہو۔ یہ بارگاہ کسی عام بادشاہ کی بارگاہ نہیں، یہ بارگاہ اُس محبوبِ ربِّ کریم کی بارگاہ ہے جہاں جلیل القدر اولیاء اللہ بھی حاضر ہوتے ہیں تو ادب کی وجہ سے سانس تک روک لیتے ہیں کہ کہیں سانس کی تیز آواز سے بارگاہ رسالت میں بے ادبی سرزد نہ ہو جائے۔

ادب گاہ ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

صحابہ کرام اور توقیر و تعظیم

کائنات کی بہترین اور سعادت مند ہستیاں، وہ مقدس نفوس جنہوں نے نبی رحمت ﷺ کی صحبت پائی، آپ کی مجلس میں بیٹھے، آپ کے جلووں سے منور ہوئے، آپ کے کلمات سے شرف یاب ہوئے۔ ان خوش نصیب حضرات نے ان آیاتِ بیّنات میں بیان کردہ آدابِ رسالت کا ایسا عملی مظاہرہ کیا کہ عقلیں دنگ رہ گئیں، دل جھوم اُٹھے اور تاریخ اس جیسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ چنانچہ جب صلحِ حدیبیہ کے موقع پر عُروہ بن مسعود، جو اُس وقت کفار کا نمائندہ بن کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں آیا، تو اس نے صحابۂ کرام کی کیفیت کا مشاہدہ کیا۔ بعد ازاں اپنی قوم کو یہ منظر بیان کرتے ہوئے کہا: فَوَاللّٰهِ، مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ میں نے دیکھا، جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنا لعاب دہن مبارک ڈال دیتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، وہ اسے نیچے نہیں گرنے دیتا ہے، اور پھر اس لعاب کو کرتا کیا ہے؟ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ۔ جب آپ ﷺ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو سب فوراً اُس کی تعمیل کرتے ہیں۔

وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو لوگ اُن کے استعمال شدہ پانی کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ جب وہ ﷺ گفتگو کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور تعظیم کی شدت ایسی ہے کہ وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ کوئی بھی اُن کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھ پاتا۔ پھر عُروہ اپنی قوم کے پاس پلٹتا ہے اور کہتا ہے: أَيْ قَوْمِ وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ اے قریش کے لوگو! خدا کی قسم! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، قیصر کے پاس، کسریٰ کے پاس، نجاشی کے دربار میں وَاللهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا ﷺ مگر اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے ساتھیوں کو اُس کی ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسی تعظیم حضور ﷺ کے صحابہ حضور ﷺ کی کرتے ہیں۔ (بخاری: رقم ۲۵۸۱)

حضرت عثمان نے طواف نہ کیا

قرآنِ مجید میں ربّ تعالیٰ نے اپنی تسبیح و تہلیل پر رسولِ کریم ﷺ کی عزت و تکریم کو مقدم فرمایا ہے۔ حضراتِ صحابۂ کرام رَضِيَ اللهُ عَنْهُم نے اس آیتِ مبارکہ کی عملی تفسیر پیش کی؛ طواف چھوڑ دیا مگر رسولِ کریم ﷺ کی عزت و تکریم کو ترجیح دی، نماز چھوڑ دی مگر بارگاہِ رسالت کی رعایت کو مقدم رکھا، حتیٰ کہ اپنی جان، جو رب کی امانت ہے، اس کی حفاظت کا فرض تک ترک کر دیا، مگر نبیِ مکرم ﷺ کے ادب و احترام پر کوئی حرف نہ آنے دیا۔ چنانچہ حضرتِ عثمانِ غنی ذو النورین رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے بارے میں روایت ہے کہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر نبیِ کریم ﷺ نے آپ کو قریش کے پاس بھیجا کہ ان کو پیغام دیں ہم جنگ کے ارادے سے نہیں بلکہ عمرہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ کفارِ قریش نے حضرت عثمان کو طوافِ کعبہ کی اجازت دے دی، مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا: مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ یعنی میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسولُ اللہ ﷺ طواف نہ فرما لیں۔ (السنن الکبریٰ: رقم ۲۲۱)

حضرت علی نے نماز چھوڑ دی

حضرت اسماء سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کا سرِ اقدس حضرتِ علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی گود میں تھا۔ اس دوران وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ، إِنَّ عَلِيًّا كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس پر سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔ (المعجم الکبیر، رقم: ۳۹۰)

مولیٰ علی نے واری تِری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خَطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فُروضِ غُرَر کی ہے
ہاں تُو نے اُن کو جان اِنھیں پھیر دی نماز
پَر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فُروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجْوَر کی ہے

حضرت ابوبکر نے جان قربان کردی

حضرتِ صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا اندازِ تعظیم بھی کیا عجیب تھا! نبیِ کریم ﷺ جب غارِ ثور میں داخل ہونے لگے تو حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے عرض کی: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! أَدْخُلُ قَبْلَكَ، یعنی یارسولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ اس میں داخل نہ ہوں جب تک میں پہلے داخل نہ ہوجاؤں، ممکن ہے اس میں سانپ یا کوئی اور موذی چیز ہو، اگر کچھ ہوا تو وہ مجھے پہنچے نہ کہ آپ کو۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اندر گئے، غار کو صاف کیا، سوراخ دیکھے تو تہبند پھاڑ کر بند کردئیے، دو سوراخ باقی رہ گئے تو ان میں اپنے قدم رکھ دئیے، پھر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اب آپ تشریف لائیے۔ یعنی رسول کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کی خاطر آپ نے اپنی جان کی حفاظت کا فرض چھوڑ دیا، اپنا پاؤں اس سوراخ پر رکھ لیا جس سے آپ کی جان بھی جا سکتی تھی۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود کو ہلاکت پہ پیش کر دیا حالانکہ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے : وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو مگر قربان جائیں ابو بکر کے ، انہوں نے اپنی جان کی پروانہ کی ، بلکہ اپنی جان حضور نبی کریم ﷺ پر نچھاور کر دی۔ اب دیکھئے کہ !! یہ انسانی فطرت ہے کہ جب ہاتھ یا پاؤں کو کوئی خطرناک چیز چھو لے تو آدمی سوچے سمجھے بغیر ایک لمحہ میں کھینچ لیتا ہے، مگر قربان جائیں صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پر! آپ نے سوراخوں پر ایڑیاں رکھ دیں، زہریلا سانپ ڈس رہا ہے مگر وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ أَنْ يَنْتَبِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ یعنی آپ نے پاؤں کھینچا تو درکنار، ہلانا بھی گوارا نہ کیا کہ کہیں محبوب ﷺ کی نیند میں خلل نہ آجائے۔ مگر جب ڈنگ کی شدت بڑھی تو آنسو آپ کی آنکھوں سے بہہ کر چہرۂ رسول ﷺ پر ٹپکنے لگے۔ سرورِ کائنات ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا : مَا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ اے ''ابو بکر! کیا'' ہوا؟ اس حال میں کہ دشمن پاؤں کے نیچے ہے اور محبوب کا سرِ انور گود میں ہے، عرض کیا : لُدِغْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي یعنی یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، سانپ نے ڈس لیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا تو فوراً درد جاتا رہا۔ (مشکوۃ المصابیح : رقم ٦٠٣٤)

